اسلام اور شخصیت پرستی
پر مولانا آزاد کا تفسیری تبصرہ

مولانا سید اخلاق حسین قاسمی

اسلام نے خداوند عالم کے لئے بطور معبود و حاکم کے توحیدِ خالص کا تصور دے کر اور اقرارِ توحید کو کلمۂ اسلام کا پہلا اساسی جزو قرار دے کر مذہبی پیشواؤں اور سیاسی حکمرانوں کی آقائیت اور خدائی کی ظلمت سے نجات دلائی اور اس عقیدۂ توحید نے انسان کے اندر احترام انسانیت، آزادی رائے و فکر اور سیاسی جمہوریت کی روح پھونکی اور پھر ان اعلیٰ اصولوں پر ایک معاشرہ قائم کر کے دنیا کے غلام اور مجبور انسانوں کو دعوتِ حق اور دعوتِ انقلاب دی۔ لیکن پھر قانون قدرت کے مطابق امتِ توحید پر زوال آیا اور اس امت میں مذہبی آقائیت اور سیاسی ملوکیت دونوں فتنوں نے سر اٹھایا۔ ان فتنوں کے خلاف اصلاح و تجدید کی جدوجہد کے لئے ہر دور میں مصلحین کھڑے ہوئے۔ بارہویں صدی ہجری اور اٹھارہویں صدی عیسوی (شاہ صاحب کی وفات ۱۱۷۶ھ ۱۷۶۲ء) میں جس ہستی نے اصلاحِ امت کے لئے قدم اٹھایا وہ حضرت امام شاہ ولی اللہؒ تھے۔

شاہ صاحب کے بعد ان کی نسبی اور معنوی اولاد شاہ صاحب کے مشن کو چلاتی رہی اور بیسویں عیسوی کے شروع میں جماعت ولی اللّٰہی کی جس نابغۂ روزگار ہستی نے پوری مجددانہ آن بان سے وہ انقلابی صدا بلند کی وہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم تھے۔ یوں تو الہلال و البلاغ کا ہر صفحہ اسلام کے انقلابی پیغام کا ترجمان تھا اور مولانا آزاد نے اسلامی تعلیمات اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے شخصی کردار کے انقلابی پہلو کو اپنے پورے ادبی جلال کے ساتھ مختلف عنوانات کے تحت پیش کیا، لیکن حضورؐ کی زندگی کے اس پہلو پر مولانا کی اجتہادی جرأت و قوت نے کمال کر دکھایا جہاں ایک طرف حضورؐ کی شخصی عظمت

کاسوال تھااور دوسری طرف حضور ﷺ کے انقلابی پیغام اور اسلامی اصول کی حفاظت کامسئلہ تھا۔ زیر نظر مضمون میں اسی پہلو کی وضاحت کی گئی ہے۔

مختلف مذہبی قوموں کی گمراہی کا نقطۂ آغاز یہ تھا کہ انہوں نے مذہبی پیشواؤں کی شخصی عظمت کے مقابلہ میں ان کے پیغامِ صداقت کو نظرانداز کردیا۔ اور یہ ان موقعوں پر ہوا جہاں بظاہر داعی اور اس کی دعوت کے درمیان ٹکراؤ کی صورت پیدا ہوئی۔ حالانکہ یہ ان قوموں کا امتحان تھا' مگر وہ قومیں اس امتحان میں کامیاب نہیں ہوئیں۔ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت (جماعتِ صحابہؓ) بھی اس آزمائش سے گزری اور وہ اس آزمائش میں کامیاب رہی اور اس کامیابی کا سہرا محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزانہ تعلیم و تربیت کے سر ہے۔

غزوۂ احد کا واقعہ : غزوۂ احد میں تیرانداز جماعت کی طرف سے سپہ سالار لشکر (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہدایت کو نظرانداز کرنے کے نتیجہ میں صحابہ کرامؓ کو غیر معمولی ہزیمت اٹھانی پڑی' بڑے بڑے ستر مجاہد شہید ہوگئے' رسولِ پاک ﷺ ابن قمیہ کے پتھر سے زخمی ہوکر ایک گڑھے میں گر پڑے' عام نظروں سے غائب ہونے کی وجہ سے دشمنوں نے شور مچانا شروع کردیا کہ محمد (ﷺ) قتل کردیئے گئے۔ اس افواہ نے صحابہ کرامؓ کے حوصلے بالکل پست کردیئے' میدان جنگ میں ابتری پھیل گئی' ایک مہاجر نے ایک انصاری سے کہا (یہ انصاری خون میں لتھڑے ہوئے تھے) "کیا تمہیں خبر نہیں کہ محمدؐ رسول اللہ ﷺ قتل کردیئے گئے؟"---وہ انصاری بولے :

ان کان محمدٌ اقد قُتِلَ فقد بلَغ فقاتِلُوا عن دینکم

(ابن کثیر جلد ۱ ص ۴۰۹)

"اگر محمد (ﷺ) قتل کردیئے گئے تو وہ اپنے خدا کے پاس پہنچ گئے' اب تم اپنے دین کی حفاظت کے لئے دشمنوں سے قتال کرو"۔

یہ حضرت انس صحابیؓ کے چچا' انس ابن نضرؓ تھے۔ یہ غیور صحابی اعلان حق کرکے دشمنوں سے لڑے اور شہید ہوگئے۔ مجاہدین میں ابتری دیکھ کر حضور ﷺ نے آواز دی : "اِلَیَّ عِبادَ اللّٰہ' اَنَا رسولُ اللّٰہ" (اے بندگانِ خدا میرے پاس آؤ' میں خدا کا رسول

ہوں اور زندہ ہوں)

صحابہ کرامؓ لوٹ پڑے اور میدان جنگ کا نقشہ پلٹ گیا۔

غزوۂ احد کے بعد خدا تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی کمزوریوں سے آگاہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ پر صحابہ نے جو کمزوری دکھائی اس پر صحابہ کرام کو ایک اصولی ہدایت دی :-

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ۚ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○﴾

(آل عمران : ۱۴۴)

"اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے سوا کیا ہیں کہ اللہ کے رسول ہیں' اور ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول گزر چکے ہیں' پھر اگر ایسا ہو کہ وہ وفات پا جائیں یا ایسا ہو کہ قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی الٹا پھرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا' اور اللہ تعالیٰ شکر گزار لوگوں کو ضرور اچھا بدلہ عطا فرمائے گا"۔

میدانِ جنگ میں حضرت انسؓ کی زبان پر حق پرستی کا جو اصولی نعرہ جاری ہوا دحیِ الٰہی نے بعد میں اسی کی وضاحت کی جو اوپر مذکور ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ پر وہی کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت عثمان غنیؓ کو اس صدمہ سے چپ لگ گئی' حضرت عمرؓ اس غم انگیز حادثہ کے سبب اپنے حواس کھو بیٹھے اور تلوار سونت کر مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور یہ اعلان شروع کر دیا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ رسول اللہ وفات پا گئے' میں اس کا سر قلم کر دوں گا' آپ تو چالیس دن کے لئے اعتکاف میں چلے گئے ہیں۔ اس مایوسی اور بدحواسی کی فضا میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منبرِ رسول پر کھڑے ہو کر یہی آیات تلاوت فرمائیں اور بے مثال ایمانی استقامت سے یہ اعلان فرمایا :

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَاِنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ

"جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ آپ وفات پا گئے اور جو شخص خدا کی عبادت کرتا ہے تو وہ یقین کر لے کہ خدا ہمیشہ زندہ رہے گا' اس پر موت و زوال طاری نہیں ہو گا"۔

صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ کے اس اعلان نے مایوسی کی فضا دور کر دی' ہر شخص کی زبان پر یہ آیت جاری تھی اور یہ محسوس ہو رہا تھا کہ یہ آیات ابھی ابھی نازل ہوئی ہیں۔

ان آیاتِ قرآنی کے اندر جو اصولی ہدایت پوشیدہ ہے اور جس ہدایت نے صحابہ کرامؓ کو اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حادثہ جدائی پر ثابت قدم رکھا' اس اصولی ہدایت کو دین کی اصلِ عظیم قرار دے کر جس شارحِ قرآن نے چند فقروں میں نمایاں کیا اور اس کی روح کو بے نقاب کیا وہ مولانا ابو الکلام آزاد ہیں۔ اگلی پچھلی اور موجودہ تفسیروں کو سامنے رکھتے ہوئے مولانا آزاد کے اس استنباط و اجتہاد کی انفرادیت پر غور کیجئے کہ حق پرستی کے مقابلہ میں شخصیت پرستی کی تردید کو ایک اصلِ عظیم کے طور پر مولانا آزاد نے کس جرأت سے پیش کیا ہے اور کیسے نازک مقام پر پیش کیا؟

شخصیت پرستی کی تردید کا معاملہ اس وقت نازک ہو جاتا ہے جب شخصیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سامنے ہو' یہ شخصیت دینِ حق کی نمائندہ ہے' آپؐ کی حیات دینِ برحق کی عملی تصویر تھی' حق کا مظہر تھی۔ اس شخصیت کے مقابلہ میں دینِ حق کی اہمیت قائم رکھنا اور اصول کو شخصیت پر مقدم اور راجح قرار دے کر عاشقانِ رسولؐ کو مایوسی اور بددلی سے بچانا بڑا نازک معاملہ تھا۔ یہ جرأت و استقامت کا غیر معمولی مظاہرہ تھا' جو میدان جنگ میں حضرت انسؓ کی طرف سے ظاہر ہوا۔ پھر وحی الٰہی نے اسے واضح کیا اور پھر امت کے صدیق نے نہایت نازک موقع پر وحیِ الٰہی کی ترجمانی کا حق ادا کیا اور عقیدت مندانِ رسول اور عاشقانِ محمد ﷺ کی عقیدت کا احترام قائم رکھتے ہوئے امت کو حق پرستی پر قائم رکھا۔

آل عمران کی آیت (۱۴۴) پر مولانا آزاد کا تفصیلی نوٹ ملاحظہ ہو :

"(۷) اس اصلِ عظیم کی طرف اشارہ کہ بنائے کار اصول اور عقائد ہیں' نہ کہ شخصیت اور افراد۔ کوئی شخصیت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو لیکن اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کسی

اصل اور سچائی کی راہ دکھانے والی ہے۔ پس اگر کسی وجہ سے شخصیت ہم میں موجود نہ رہے یا درمیان سے ہٹ جائے تو ہم سچائی کی راہ سے کیوں منہ موڑلیں یا ادائے فرض میں کیوں کوتاہی کریں؟ سچائی کی وجہ سے شخصیت قبول کی جاتی ہے' یہ بات نہیں ہے کہ شخصیت کی وجہ سے سچائی' سچائی ہو گئی ہو۔

جنگِ اُحد میں کسی مخالف نے یہ بات پکار دی تھی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم مارے گئے' یہ سن کر بہت سے مسلمانوں کے دل بیٹھ گئے' بعضوں نے کہا جب پیغمبر نہ رہے تو اب لڑنے سے کیا فائدہ؟ کچھ لوگ جو منافق تھے' انہوں نے علانیہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر یہ نبیؐ ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ جنگ میں مارے جاتے۔ یہاں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر ہیں اور ظاہر ہے کہ انہیں بھی ایک دن دنیا سے جانا ہے جس طرح تمام پچھلے رسول دنیا سے گزر چکے ہیں۔ پھر اگر وہ دنیا سے گزر گئے تو تم حق پرستی کی راہ سے پھر جاؤ گے؟ اور تمہاری حق پرستی حق کے لئے نہیں بلکہ محض ایک خاص شخصیت کے لئے تھی؟ فرض کرو' جنگِ احد والی بات صحیح ہوتی تو پھر کیا ان کی موت کے ساتھ تمہاری خدا پرستی پر بھی موت طاری ہو جاتی؟ اگر تم حق کے لئے لڑ رہے تھے تو جس طرح وہ ان کی زندگی میں حق تھا اسی طرح ان کے بعد بھی حق ہے اور ہمیشہ حق رہے گا"۔

اس تفصیلی نوٹ کے علاوہ سورۂ یونس (۴۶) اور سورۃ الرعد (۴۰) میں دونوں ہم مفہوم آیتوں پر بھی مولانا نے اس اصل عظیم کی طرف اشارہ کیا۔ آیت سورۂ یونس حسب ذیل ہے :

﴿وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْنَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (یونس : ۴۶)

"اور (اے نبیؐ!) ہم نے ان (منکرین حق) سے (حق کی فتح اور باطل کی شکست کے) جو وعدے کئے ہیں ان میں سے بعض وعدے پورے کر کے آپ کو دکھا دیں یا ان وعدوں سے پہلے آپ کا وقت پورا کر دیں' لیکن بہر حال انہیں ہماری ہی طرف واپس آنا ہے' پھر اللہ تعالٰی ہی ان کے اعمال پر گواہ ہے"۔

سورۃ الرعد کی آیت (۴۰) بھی اسی مفہوم کو بیان کر رہی ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ نے اس پر یہ مختصر تفسیری نوٹ تحریر فرمایا ہے:

"یعنی غلبہ اسلام کچھ حضرت کے روبرو ہوا اور باقی ان کے خلیفوں سے"۔

آیاتِ مذکورہ سے یہ اشارہ صاف طور پر سمجھ میں آ رہا ہے کہ اسلام کا غلبہ اور سیاسی فتحمندی حضور ﷺ کے عہد میں مکمل طور پر نہیں ہوئی۔ کچھ آپ کے عہد میں ہوئی اور باقی آپؐ کے جانشین خلفاء راشدین کے ہاتھوں سے ہوئی۔

مولانا آزادؒ نے شاہ صاحبؒ کے بیان کردہ اشارے کو نقل کرنے کے ساتھ ایک اشارہ اور بھی ظاہر کیا، جو مولانا آزاد کا نہایت معنی خیز اجتہاد کہا جا سکتا ہے۔ سورۂ یونس کی آیت ۴۶ پر لکھتے ہیں:

> "آیت (۴۶) کا مطلب یہ ہے کہ دعوتِ حق کی فتح مندیوں اور منکروں کی نامرادیوں کی جو خبر دی گئی ہے کچھ ضروری نہیں کہ وہ سب تیری زندگی ہی میں پیش آ جائے، بعض باتیں تیری موجودگی میں ہو کر رہیں گی، بعض بعد کو واقع ہوں گی۔
>
> پس منکروں کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس معاملہ کا دارومدار اس شخص کی زندگی پر ہے، یہ نہ رہے گا تو کچھ نہ ہو گا، تو زندہ رہے یا نہ رہے، لیکن احکام حق کو پورا ہو کر رہنا ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا"۔ (جلد دوم، ص ۱۵۹)

سورۃ الرعد کی آیت (۴۰) پر نوٹ لکھتے ہیں:

> "یہ بات مختلف صورتوں میں بار بار کہی گئی ہے، معلوم ہوتا ہے اس سے مقصود صرف یہی نہیں تھا کہ مستقبل کی خبر دی جائے بلکہ یہ حقیقت بھی واضح کرنی تھی کہ کوئی شخصیت کتنی ہی اہم ہو لیکن پھر شخصیت ہے اور کاروبار حق کا معاملہ اس کی موجودگی و عدم موجودگی پر موقوف نہیں۔ جو کچھ ہونا چاہئے اور جو کچھ ہونے والا ہے، بہرحال ہو کر رہے گا، خواہ پیغمبر اپنی زندگی میں اس کا ظہور دیکھ لے یا نہ دیکھ لے۔
>
> پھر غور کرو نتائج کا ظہور بھی ٹھیک اسی طرح ہوا، جن باتوں کی خبر دی گئی تھی ان کا بڑا حصہ تو خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں ظاہر ہو گیا یعنی انہوں نے دنیا چھوڑنے سے پہلے جزیرۂ عرب کو حلقہ بگوش اسلام پایا، البتہ بعض باتوں کا ظہور آپؐ کے بعد ہوا۔ مثلاً منافقوں کا استیصال، بیرونی فتوحات کا حصول اور خلافتِ

ارضی کے وعدہ کی تکمیل"۔ (جلد دوم، ص ۲۸۲)

مولانا آزاد نے خلافتِ ارضی کے جس وعدہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ سورۃ النور (آیت ۵۵) میں بایں الفاظ مذکور ہے :

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ ﴾ (۵۵)

"اللہ تعالیٰ نے ایمان اور نیک عمل لوگوں سے زمین کی خلافت کا وعدہ کیا ہے"۔

شاہ صاحبؒ اس پر لکھتے ہیں :

"یہ چاروں خلیفوں سے ہوا، پہلے خلیفوں سے اور زیادہ --- پھر جو کوئی اس نعمت کی ناشکری کرے ان کو بے حکم فرمایا اور جو کوئی ان کی خلافت سے منکر ہوا اس کا حال سمجھا گیا"۔ (حمائل صفحہ ۵۹۲)

یعنی ان حضرات کی خلافت کے منکرین کو قرآن کریم نے "فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ" میں شمار کیا ہے --- پہلے خلفاء سے انبیاء سابقین کے جانشین مراد ہیں، یعنی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین خلفاء کے ذریعہ زمین پر خلافتِ الٰہیہ کا قیام جس مکمل صورت میں ہوا وہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔

اس آیت کی تشریح میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم نے صرف پہلے تین خلفاء کا ذکر کیا ہے چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ کو اس بشارت میں شامل نہیں کیا۔ (مختصر تفہیم ۵۶۵) مولانا مودودی مرحوم کی مشہور تصنیف "خلافت و ملوکیت" کے بعض ناقدین نے مولانا مرحوم کو شیعیت نوازی کا طعنہ دیا ہے، اس تشریح کے بعد کیا وہ اپنے طعنہ سے رجوع کریں گے؟

بقیہ : رمضان المبارک اور اس کی خصوصیات

دعا کی مقبولیت کے بیشتر اوقات اس ماہ میں رکھے گئے ہیں۔ رمضان، عبادت کا مقدس، پاکیزہ اور پر بہار موسم ہے اور دعا کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے : الدعاء مخ العبادہ (ترمذی، مشکوۃ ص ۱۹۴۔ ج ا) یعنی دعا عبادت کا مغز اور گودا ہے۔ اسی بنا پر روزے دار کی دعا خصوصاً افطار کے وقت اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔